صفوی دور کے چار باغ میں معنویت اور حکمت

مؤلف: زہرا البغدادی

مترجم: ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری

خلاصہ

چار باغ ایک ایسا فن تعمیر ہے جس نے صفوی دور میں ایرانی مسلمانوں کے مذہبی۔ علمی نقطہ نظر کی روشنی میں پختگی اور ایک مثالی ارتقاء حاصل کی ہے۔ چار باغ فن تعمیر، چار قرآنی جنتوں کے تصور، ائمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت اور اقوال اور صفوی دور میں وقف کی خاص اہمیت کے پیش نظر اسلامی طرز تعمیر کا آئینہ دار ہے۔

اس دور کے ادب، حکمت و عرفان اور قرآنی جنت کے تصور کی معنوی تفصیلات اور شیعہ روایات کے سیاق و سباق کو چار باغ کے تصور کے ساتھ خوبصورتی سے جوڑ دیا گیا ہے۔ اس مقدس ربط کا نتیجہ، صفوی دور کا چار باغ ہے جو مکتب اصفہان کے فن تعمیر کا مظہر ہے۔ اصفہان جو اپنے خوبصورت اور آسمانی باغات کی بدولت ایک یادگار باغوں کے شہر میں تبدیل ہو چکا ہے۔

اس مقالہ میں صفوی دور کے چار باغ طرز کے فن تعمیر پر ایک تجزیاتی اور وضاحتی تحقیق کی گئی ہے جس میں آیات و روایات کے ساتھ ساتھ دیگر مذہبی، ادبی، علمی اور عرفانی پہلوؤں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: صفوی، چار باغ، قرآنی جنت، اسلامی روایات، وقف

تعارف

اسلامی فنون کا شمار دنیا کے خوبصورت اور اثر انگیز فنون میں ہوتا ہے۔ ہزاروں سال پرانی تہذیب کا فن جس میں خطاطی اور کتیبہ، رنگ اور مصوری، مٹی کے برتن اور ٹائل، زردوزی اور مساجد کے گلدستے شامل ہیں۔ اسلامی فنون میں فن تعمیر کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور باغ اپنے تمام تر خوبصورتیوں کے ساتھ فن تعمیر کا ایک انمول نمونہ ہے۔

اسلامی فن کے نظریہ پرداز اس بات پر متفق ہیں کہ تہذیبوں کے مثالی نمونوں کے مطالعہ کے لئے ان کے فن باغبانی کا مطالعہ کافی ہے کیونکہ باغات، تہذیبوں کے اعلیٰ کمالات کے مظہر ہوتے ہیں۔

ایرانی باغ قدیم زمانے سے صدیوں کا سفر طے کرنے اور اسلامی نظام سے متاثر ہونے کے بعد خاص طور پر ۱۰ویں سے ۱۲ویں صدی (ہجری) میں (صفوی دور میں) ایرانی-اسلامی فن کا مظہر بنا ہے۔ روایتی ایرانی فن تعمیر کے زیادہ تر محققین چار باغ کو باغ لگانے کا ایک مناسب انداز سمجھتے ہیں۔ ایک ایسا انداز جس میں ڈیزائن، اسلوب، توازن، گزرگاہوں کے عمودی اور افقی محوروں کا سنگم، ان کے بیچ بہتی ہوئی نہریں، نہر کے دونوں طرف منسلک باغیچے اور باغ کی مستطیل نما فضا، مرکز میں ایک حوض اور باغ کے آخر میں محل نما عمارت نے مساجد، پلوں، کاروانسرا اور مدرسوں پر مشتمل صفوی دور کے اصفہان کے فن تعمیر کو ایک سبزہ زار اور خوشنما منظر میں تبدیل کر دیا۔ ایک ایسا مقام جہاں پیرس، لندن، روم اور دنیا کے دیگر حصوں سے سیاح اصفہان، قزوین، کاشان، ماہان، تبریز وغیرہ آتے تو ان باغات اور مناظر کو دیکھ کر انہیں دنیا کے دیگر ممالک کے باغات سے بہت مختلف سمجھتے تھے۔

طاقتور مرکزی حکومت (پہلی ایرانی شیعی حکومت) اور علامہ مجلسی، شیخ بہائی اور ملاصدرا شیرازی جیسے علماء و مشائخ کی موجودگی کی وجہ سے صفوی دور کے فن تعمیر میں اسلامی جھلک دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس سلسلہ میں اصفہان شہر کے چار باغ بھی اپنے خاص طرز تعمیر کی وجہ سے اہمیت کے حامل ہیں۔

اصفہان کے چار باغ کا عوامی ہونا نیز ان میں پھل دار درختوں کی موجودگی وہ خصوصیات ہیں جو اسے ایران کے دوسرے باغات سے ممتاز کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ شاہی چار باغ بھی قومی اور مذہبی تیوہاروں کے موقع پر عوام کے لئے کھولے جاتے تھے[۱]۔

دلاوالہ اپنے سفر نامے میں لکھتے ہیں:

> "یہ باغات بادشاہ کے ہیں، لیکن لوگ مکمل آزادی کے ساتھ ان کا استعمال کرتے ہیں اور ان میں اتنے پھل ہیں کہ پورے شہر کے لئے نہ صرف کافی بلکہ زیادہ ہیں"[۲]۔

اس کے علاوہ ہفتے میں ایک دن بدھ کے روز چار باغ خواتین کے لئے مخصوص ہوتا تھا، اور اس دوران مردوں کا وہاں آنا جانا منع تھا، اور صرف خواتین بیچنے والے اور خواتین خریدار داخل ہوتے تھے[۳]۔

اس لئے صفوی دور کا چار باغ، فن تعمیر کے جمالیاتی پہلوؤں اور فطرت کے خوبصورت جلوؤں سے صرف نظر معنوی پہلوؤں کی وجہ سے بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس تحقیق میں چار باغ کے طرز تعمیر کو بہتر طور سے سمجھنے اور صفوی دور کے فن تعمیر میں علمی مذہبی عناصر کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

چار قرآنی جنتیں

مصری، جاپانی اور یورپی باغ کے مقابلہ میں ایرانی باغوں میں جنت کا تصور پایا جاتا ہے اور اسلامی فنون کے بہت سے محققین اور مورخین نے ایرانی باغ اور جنت کے باہمی تعلق پر تاکید کی ہے۔ قرآن کریم میں لفظ جنت اکثر ایک خاص معنی میں استعمال ہوا ہے، یعنی آخرت میں نیک لوگوں اور مومنین کے رہنے کی جگہ اور بعض اوقات اس کا مطلب باغ بھی ہوتا ہے۔

---

۱ - متدین، حشمت اللہ، علل پیدایش باغ ہای تاریخی ایران، ص ۵۹

۲- دلاوالہ، پیترو، سفر نامہ پیترو دلاوالہ، ص ۴۰

۳- شاردن، سفر نامہ شاردن، ص ۱۳۴۵

زیادہ تر مسلم لغت نگار اور قرآنی لغات کے مصنفین اس لفظ کو عربی مانتے ہیں جس کا مطلب ہے "ڈھکنا، ڈھانپنا" اور اس سے مراد ایسا باغ ہے جہاں درختوں کے گھنے ہونے کی وجہ سے زمین نظر نہیں آتی ہے۔ یعنی جنت کے معنی کو واضح کرنے اور اس کی تصویر کشی کے لئے زمینی باغات کا سہارا لینا پڑے گا۔ سورہ رحمٰن اور دوسری سوروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی جنتوں کے چار درجے اور مرتبے ہوتے ہیں: جنت المأوی، جنت النعیم، جنت عدن اور جنت فردوس۔
سورہ رحمٰن کی آیات ۴۶، ۴۸ اور ۶۲ اس دعوے کی دلیل ہیں۔ جہاں ارشاد ہوتا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ۔

ترجمہ: اور جو شخص بھی اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو دو باغات ہیں۔[1]

❖

ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۔
ترجمہ: اور دونوں باغات درختوں کی ٹہنیوں سے ہرے بھرے میوؤں سے لدے ہوں گے۔[2]

❖

وَمِن دُونِهِمَا جَنَّتَانِ۔
ترجمہ: اور ان دونوں کے علاوہ دو باغات اور ہوں گے۔[3]
اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں کے لئے پہلی دو جنتوں کے علاوہ دو اور جنتیں خلق کی ہیں اور اسی کو اصطلاح میں چار قرآنی جنتیں کہا جاتا ہے۔

۱۔ سورہ رحمٰن، آیت ۴۶
۲۔ سورہ رحمٰن، آیت ۴۸
۳۔ سورہ رحمٰن، آیت ۶۲

پہلی دو جنتوں کے بارے میں مختلف تشریحات کی گئی ہیں: مادی اور جسمانی جنت، معنوی اور روحانی جنت[۱]۔ اسی طرح پہلی جنت کو اچھے اعمال کی جزا اور دوسری جنت کو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم مانا جاسکتا ہے[۲]۔ ایک دوسرے سے قریب دو جنت، ایک جنت اطاعت کے لئے اور دوسری جنت گناہ چھوڑنے کے لئے، یا ایک جنت ایمان و یقین کے لئے اور دوسری جنت اعمال صالحہ کے لئے۔

تفاسیر میں تیسری اور چوتھی جنت کو برکت اور فراوانی نعمت کے طور پر بتایا گیا ہے یعنی پہلی دو جنتوں کے علاوہ، انہیں مؤمنین کے لئے دو جنت اور ہے تاکہ وہ اس کے باغوں میں گھوم سکیں۔ مُدْهَآمَّتَانِ[۳] کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں باغ بالکل سرسبز و شاداب ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں باغوں کی ہریالی اور سرسبزی پہلے دو باغوں کی طرح ہے۔

روایات میں اس نکتے پر تاکید کی گئی ہے کہ ایک جنت نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ان دو کے علاوہ دو اور جنتیں ہیں[۴]۔ ان جنتوں کے بارے میں مفسرین نے مختلف نظریات پیش کئے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی تعبیر دوسرے پر کوئی خاص ترجیح نہیں رکھتی اور ساتھ ہی ان تمام تعبیرات کے مفہوم پر بھی غور کیا جاسکتا ہے۔ جو بات یقینی ہے وہ یہ ہے کہ خدا اپنے نیک بندوں کو جنت کے باغ مہیا کرے گا تاکہ وہ وہاں کی نعمتوں سے مستفیض ہو سکیں۔

۱- قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ۔ ترجمہ: پیغمبر آپ کہہ دیں کہ کیا میں ان سب سے بہتر چیز کی خبر دوں۔ جو لوگ تقویٰ اختیار کرنے والے ہیں ان کے لئے پروردگار کے یہاں وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ اپنے بندوں کے حالات سے خوب باخبر ہے۔ (سورہ آل عمران، آیت ۱۵)

۲- لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ ترجمہ: تاکہ خدا انہیں ان کے بہترین اعمال کی جزا دے سکے اور اپنے فضل سے مزید اضافہ کرسکے اور خدا جسے چاہتا ہے رزق بے حساب عطا کرتا ہے۔ (سورہ نور، آیت ۳۸)

۳- سورہ رحمٰن، آیت ۶۴

۴- مجلسی محمد باقر، بحار الانوار (جلد ۶۶)، ص ۱۵۵

قرآنی آیتوں[۱] کی تصریح کے مطابق ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر، جنت میں انسانوں کو مختلف درجات عطا ہوں گے نیز روایات اور قرآنی بشارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور عمل صالح ان چاروں جنتوں میں داخل ہونے کی شرط ہے۔

ان درجات میں سب سے اعلیٰ درجہ جنت فردوس کا ہے جو جنت کا بہترین مقام اور آسمانی نہروں کے ابلنے کی جگہ ہے۔ ایک ایسی جنت جس کی دیواریں اور کمرے نور کے ہیں اور اس کی چھت عرش الٰہی ہے اور یہ جنت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی جگہ ہے۔ جنت میں اپنے خاص بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتیں موجود ہیں[۲]۔ قرآن میں فردوس کو الدرجات العلی والفوز العظیم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں جنت کی مختلف نعمتوں میں سے اکثر جنت نعیم سے متعلق ہیں: باغات، پھل، تخت، شراب طہور بہشتی، حور وغیرہ[۳]۔

جنات عدن میں بھی کچھ خاص نعمتیں مہیا ہیں۔ فرشتوں کی طرف سے سلام، اپنے اعزا و اقربا کے ساتھ رہنا، بہتی ہوئی ندیاں اور ہرے بھرے درخت، صحت و سلامتی، پاک و پاکیزہ ازواج، اور خاص رزق مساکن طیبہ و...۔[۴]

فن باغبانی اور اسلامی روایات

روایات کے مطابق پھل دار درخت لگانا خیر مضاعف ہے۔ نیز سبزہ زار اور آب جاری کو دیکھنا آنکھوں کی ٹھنڈک ہے[۵] اور یہ چیزیں خیرات میں شمار ہوتی ہیں[۶]۔ اسلامی قانون میں درختوں کی کاشت اور زمین کو آباد کرنا بہت اہم ہے۔ اس معاملے میں اسلامی پیشواوں کے اہتمام کا اندازہ ان بزرگوں کی احادیث اور عملی زندگی سے ہوتا ہے[۷]۔ عملی طور پر، آپ حضرات کنویں کھود کر، پھلوں کے درخت لگا کر

۱- سورہ انفال، آیت ۴؛ سورہ انعام، آیت ۱۳۲؛ سورہ اسراء، آیت ۲۱؛ سورہ مجادلہ، آیت ۱۱

۲- سورہ سجدہ، آیت ۱۷

۳- سورہ واقعہ، آیت ۸۸-۸۹

۴- سورہ رعد، آیت ۲۳؛ سورہ نحل، آیت ۳۱، سورہ کہف، آیت ۳۰-۳۱

۵- بحار الانوار (ج ۱۰)، ص ۲۴۶

۶- بحار الانوار (جلد ۶)، ص ۲۹۳

۷- ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک درخت لگانے کو مسجد بنانے کا علم سکھانے کے برابر قرار دیا اور قرآن کو مفید سائنسی کتاب کی وصیت کی۔ (متقی، ہندی کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال، ص

اور کھجور کے باغات بنا کر شہروں اور دیہاتوں کو آباد کرتے تھے اور اب بھی کچھ باغ اور گاؤں جو اس محنت کا ثمر ہیں، مکہ مکرمہ میں مشربہ ام ابراہیم اور ابار علی (وہ کنویں جو حضرت علیؑ نے کھودے تھے) اور مدینہ منورہ میں عُریض اور ینبوع جیسے گاؤں موجود ہیں[۱]۔

احادیث میں صراحت کے ساتھ یا اشاروں میں چار جنتوں کی بات بیان کی گئی ہے۔ امام صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تَقُولَنَّ الْجَنَّةُ وَاحِدَةٌ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ وَمِن دُونِهِمَا جَنَّتَانِ۔

ترجمہ: یہ نہ کہو کہ جنت ایک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور ان دونوں کے علاوہ دو باغات اور ہوں گے۔[۲]

امام باقرؑ نے ایک روایت میں ان چاروں جنتوں کے ناموں کی وضاحت فرمائی ہے:

أَمَّا الْجِنَانُ الْمَذكُورَةُ فِي الْكِتَابِ، فَإِنَّهُنَّ: جَنَّةُ عَدْنٍ، وَجَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ، وَجَنَّةُ نَعِيمٍ، وَجَنَّةُ الْمَأْوَى۔

ترجمہ: جن جنتوں کا ذکر کتاب میں کیا گیا ہے وہ جنت عدن، جنت الفردوس، جنت النعیم، اور جنت المأوی ہیں[۳]۔

صفوی دور کے علماء کا رویہ

صفوی دور حکمت و فلسفہ کے نقطہ نظر سے بہت اہم ہے کیونکہ ملا صدرا شیرازی کے ذریعہ اس دور میں حکمت متعالیہ کا آغاز ہوا جو کہ اسلامی فلسفہ کی تیسری قسم ہے۔ عالم مثال کے بارے میں اس

---

۹۵۴) اور اسے کاٹنا عذاب کا باعث سمجھا جاتا ہے (شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، تفصیل وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ (جلد ۱۹)، ص ۳۹)

۱- مدینۃ النبی کے قریب پیرہ اور ینبو کے گاؤں بالترتیب امام جواد اور امام صادق کے دست مبارک سے آباد ہوئے۔ (تفصیل وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ (جلد ۱۷)، حدیث ۳۱۷۰۴-۳۱۷۰۵)

۲- بحار الانوار (ج ٦٦)، ص ۱۵۵

۳- کلینی، محمد یعقوب، الکافی (جلد ۸)، ص ۱۰۰

عہد کے فلسفیوں کے اونٹولوجیکل (Ontological) نقطہ نظر کی بنیاد پر، زمینی باغات کی ایک فلسفیانہ تشریح مل سکتی ہے۔ میر فندرسکی کا شمار صفوی دور کے بڑے علماء میں ہوتا ہے جو حکمت و عرفان میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور شیخ بہائی اور میر داماد کے ہم عصر تھے۔انہوں نے اپنی ایک مشہور غزل میں یہ تاکید کی ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے اس کی مثال عالم آخرت میں موجود ہے۔[1]

ملا صدرا شیرازی نے حکمت متعالیہ کے موجد ہونے کے ناطے نہ صرف مثالی نگاہ (اسفار اربعہ اور شواہد الربوبیہ) کو قبول کیا ہے بلکہ جنت کو ایک مخلوق مانا ہے۔وہ اپنے آثار میں اس موضوع کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

> "عالم آخرت کی جنت کو دراصل انسان اپنے اعمال سے خلق کرتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جنت سعادتمند انسان کے لئے بنائی جارہی ہے (اعمال کی جنت) اور اس کا ظہور دنیا کی تباہی کے بعد ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک جنت اور بھی ہے جو دنیا پر مقدم ہے اور عالم آخرت کی جنس سے ہے اور سیر نزولی میں دنیا پر مقدم ہے۔ یہ وہ جنت ہے جہاں سے آدم کا نزول ہوا، اور بہت سے مذہبی اعداد و شمار جو جنت کے موجودہ وجود کے بارے میں بتاتے ہیں وہ اسی جنت کی طرف اشارہ ہے اور نبی کریمؐ کی معراج بھی اسی جنت کی طرف ہوئی تھی"۔[2]

ملا صدرا کے نزدیک جنت آسمانی حجابوں کے باطن میں ہے اور بعض اوقات اس کے بعض جلوے اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔اس آئینہ کی طرح جو کسی چہرہ کو دکھاتا ہے[3]۔

عالم مثال کے بارے میں صدر المتالہین کے فلسفیانہ نظریات کے ذریعہ چار باغ اور مثالی جنت کے مسئلہ کو مستند کیا جاسکتا ہے۔اس نقطہ نظر کے مطابق جو کچھ بھی آسمان پر ہے اس کی مثال اس زمین

---

۱ - میر فندرسکی استرآبادی، ابوالقاسم بن میرزا، رسالہ صناعیہ، ص ۱۴۹

۲- صدرالدین شیرازی، محمد بن ابراہیم، المبدا والمعاد فی الحکمۃ المتعالیۃ، ص ۷۳۷-۶۸۴ ؛ صدرالدین شیرازی، محمد بن ابراہیم، المظاہر الالہیۃ فی اسرار العلوم الکمالیۃ، ص ۱۳۵-۱۴۵)

۳ - صدرالدین شیرازی، محمد بن ابراہیم، الشواہد الربوبیۃ فی المناہج السلوکیہ، ص ۲۹۹

پر موجود ہے۔اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ صفوی دور میں رائج اس نظریہ کے تحت چار باغ کو فردوس الٰہی کی آسمانی حقیقت کا ایک نظارہ مانا جاسکتا ہے۔ باغ کے بارے میں اس طرح کے تصور کے بعد صفوی دور کے فنکار اور عوام باغ کو آسمانی باغ کا نمونہ سمجھتے تھے۔

صفوی دور میں فن تعمیر کا شیعی عرفانی نظریات سے متاثر ہونا

ایران کے علماء، مشائخ، ادیبوں اور شاعروں نے ہمیشہ اسلامی ایرانی عرفان سے استفادہ کیا اور بلاشبہہ فنکاروں نے بھی ہمیشہ اپنی صنعت اور پیشے میں ان بلند افکار کے مظاہر پیش کئے ہیں۔ عام طور پر یہ اسرار و رموز استاد کے ذریعہ طالب علم کی طرف منتقل ہوتے تھے اور طلباء ان اصولوں کی مشق کرتے تھے۔ مختلف پیشوں کے اصول و معنوی آداب و رسوم کو اس پیشہ سے متعلق فتوت نامہ میں محفوظ کیا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ اس فتوت نامہ میں ہر پیشے کے لئے نظریاتی اور انتظامی ہدایات کے ساتھ ساتھ علمی اور معنوی احکام بھی تھے، جنہیں ہر طالب علم یاد کر کے اور اس پیشے کی روایات پر عمل کر کے درحقیقت اس پیشے اور صنعت کی اہلیت حاصل کرتا تھا۔ زیادہ تر پیشے اور فنون اپنے لئے معنوی استاد مقرر کرتے ہیں اور چونکہ حضرت علیؑ میں ہر صفت بہ درجہ اتم موجود تھی لہٰذا سبھی نے انہیں اپنا معنوی استاد تسلیم کیا ہے۔ صفوی دور کے معماروں کے فتوت نامہ میں اس طرح تحریر ہے:

> "اگر تم سے سوال کیا جائے کہ سب زیادہ کریم معمار کون تھا تو تم کہو علی تھے۔ مدینہ میں مسجد بنانے میں حضرت علیؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی مدد کی اور وہی جوانمردوں کے سردار ہیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"۔[۱]

اسی کتاب میں پاکیزگی، صحیح راستے پر گامزن رہنے، باحیا ہونے اور نامحرم پر نظر نہ ڈالنے، کم بولنے اور مشائخ و بزرگوں کے سامنے ادب سے رہنے کو فن تعمیر کے پانچ اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے[۲]۔

۱-خان محمدی، علی اکبر، فتوت نامہ بنایان، ص ۱۴

۲-ایضاً، ص ۱۵

ان کتابوں میں مختلف پیشوں سے متعلق پیشہ ورانہ سرگرمیوں کو بہت ہی دقت نظر سے بیان کیا گیا ہے اور معنوی اور معرفتی اصولوں کا حوالہ دیا گیا ہے:

"اگر سوال کیا جائے کہ کام کے لئے اونچائی پر چڑھتے وقت اور وہاں پہنچ کر کیا پڑھتے ہو تو جواب دو: عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ[۱]۔

ترجمہ: عنقریب تمہارا پروردگار تمہاری برائیوں کو مٹا دے گا اور تمہیں ان جنتوں میں داخل کردے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی"۔[۲]

اس طرح فن تعمیر کے تمام مراحل میں سانچہ اور کلہاڑی ہاتھ میں لینے سے لے کر گنبد، محراب، قوس اور پایے کی ڈیزائن تک، نیز عمارت کے اوپر چڑھتے وقت اور نیچے اترتے وقت، گارے میں ہاتھ ڈالتے وقت، گارے کو سانچے میں اتارنے، اینٹ پر اینٹ بچھانے وغیرہ میں سب کے ساتھ ذکر اور آیات قرآنی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

"اور اگر سوال کیا جائے کہ سانچے میں مٹی ڈالتے وقت کیا پڑھتے ہو تو کہو: يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا[۳]۔ اور اگر پوچھا جائے کہ یہ سانچہ کہاں سے آیا؟ تو کہو کہ اس کی لکڑی باکس ووڈ سے ہے، جو کہ جنت کا درخت ہے"[۴]۔

تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف معمار کی شخصیت اور فن تعمیر کے آداب و رسوم اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے اور دوسری طرف انہیں معماروں نے قرآن و حدیث جیسے عرفانی و دینی مضامین کو پتھر اور نیلے ٹائیلس پر تحریر کی جنھیں دیوار، محراب اور مساجد، مدارس اور مختلف عمارتوں کے دروازوں پر لگایا تھا۔

۱- سورہ تحریم، آیت ۸

۲- فتوت نامہ بنایان، ص ۱۵

۳- ارے، یہ کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اُٹھا کھڑا کیا؟ (سورہ یس، آیت ۵۲)

۴- فتوت نامہ بنایان، ص ۱۵

ایسے ماحول میں جب ذکر الٰہی معمار کے دل و جان میں سرایت کر جاتا ہے تو شعوری یا لاشعوری طور پر اس کی روح کے ساتھ جڑے ہوئے الٰہی اور معنوی معانی اس کے فن کی تہوں میں ظاہر ہونگے اور دیکھنے والے اس عمارت یا باغ کی معنویت کو محسوس کریں گے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ روایتی فن تعمیر اور جدید فن تعمیر میں یہی سب سے بڑا فرق ہے۔ صفوی دور کے بہت سے سیاح اور یہاں تک کہ موجودہ دور کے سیاح، اسلامی فن تعمیر (مساجد، مدارس، روایتی باغات وغیرہ) کو دیکھنے کے بعد اس عمارت کے معنوی احساس کو سمجھتے ہیں اور ناقابل بیان سکون کا اعتراف کرتے ہیں۔

اسلامی وقف کی روایت کے تحت صفوی دور میں باغبانی کا احیاء

وقف، صفوی دور کی اہم اسلامی روایات میں سے ایک ہے، جسے حکومت اور عوام دونوں نے بہت زیادہ اہمیت دی تھی، اور اس دور میں شہروں کی ترقی کی ایک بڑی وجہ علماء اور نتیجتاً حکومت پر لوگوں کا بھروسہ ہے۔ اس دور کی حکومت اور وقف میں علماء کا اہم کردار رہا ہے اور اسی وجہ سے اس اسلامی روایت کو کافی فروغ ملا اور اس دور کو بجا طور پر اوقاف کا دور کہنا چاہیے[۱]۔

صفوی ریاست کے قیام اور شیعہ مذہب کی پیروی نیز علماء کی بالادستی کی وجہ سے اس دور میں وقف کی روایت کو فروغ ملا۔ شاہ عباس اول (۱۰۳۸-۹۹۶ھ) نے شہر اصفہان کو اپنا دار الحکومت بنایا جس سے اوقاف کو اور زیادہ فروغ ملا۔ اس دور کی بہت سی قابل ذکر عمارتیں اسی طرح معرض وجود میں آئیں۔ خواتین، خاص طور پر صفوی شہزادیوں، رئیسوں کی بیویوں اور معاشرے کی دیگر خواتین نے اس قابل قدر ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مثال کے طور پر چار باغ مدرسہ، سلطان حسین صفوی کی والدہ کی طرف سے وقف تھا۔ صفوی دور کے ۱۳۰ سے زائد موقوفات کا تذکرہ کتابوں میں موجود ہے۔[۲]

۱۔ جعفریان، رسول، صفویہ در عرصہ دین فرہنگ و سیاست، ج۲، ص ۹۱۳

۲۔ حسینی اشکوری، سید صادق، مصارف موقوفات اسلامی متنوع و کارآمد: بابررسی اسناد موقوفات استان اصفہان از عصر صفوی تا کنون، ص ۴۱۷-۴۳۰

صفوی دور میں علماء حضرات لوگوں کے امین ہونے کے ناطے اوقاف کے ذمہ دار تھے اور اس کی کارکردگی کی نگرانی بھی کرتے تھے۔اس دور میں علماء کو وسیع اختیارات حاصل تھے اور مختلف حکومتی شعبوں میں صدارت، صدرالممالک، شیخ الاسلام، مسند قضاوت اور پیش نمازی جیسے مناصب کے تحت وہ اپنے اختیارات کو نافذ کرتے تھے۔شیعہ فقہ کی تفسیر و تشریح کے لئے سب سے اعلیٰ اتھارٹی منصب صدارت تھی، جس کے اہم ترین فرائض میں اوقاف کے معاملات کی دیکھ ریکھ تھی۔[۱]

> "مقام صدارت کی انتظامی سرگرمیوں کا اہم حصہ وقف سے متعلق ہے تاکہ اوقاف سے حاصل ہونے والی آمدنی کا صحیح استعمال ہو اور تمام مساجد، اوقاف اور بابرکت مقامات پر نظر رکھی جائے"[۲]۔

اس دور کے زیادہ تر حمام، کاروانسرا اور مدرسہ جیسے کہ چار باغ مدرسہ اوقاف میں شامل تھے[۳]۔ اس دور کے وقف کی ایک اور مثال مجلس عزا کے لئے وقف کرنا تھا۔مثال کے طور پر قم کے خاوہ نامی گاؤں ،اور اصفہان کے کئی گاؤں (اپنے باغ اور کھیتوں کے ساتھ) کو ایک صفوی شہزادی نے وقف کیا تھا۔[۴]

بدائع الوقائع نامی کتاب اس دور کے اہم تاریخی ذرائع میں سے ایک ہے جسے مؤلف نے دسویں صدی ہجری اور اپنی عمر کے آخری حصہ میں تحریر کیا ہے۔ مصنف کی رپورٹ کے مطابق ایک چار باغ کے خطبہ وقف لکھنے کے لئے ان سے مدد مانگی گئی تھی۔اس وقف کے ادبی متن میں جنت اور چار باغ کے گہرے تعلق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کے علاوہ اس سے واقف کی دینی معرفت اور اس کے خلوص کا اندازہ ہوتا ہے۔اس وقف نامہ کی دوسری اہم بات یہ ہے کہ لفظ چار باغ ایک بار وقف شدہ باغ کے لئے اور دوسری بار جنت کے وصف میں آیا ہے۔[۵]

۱- صفویہ در عرصہ دین فرہنگ وسیاست، ج ۲، ص ۹۱۹
۲- کمپفر، سفر نامہ کمپفر، ص ۱۲۱
۳-صفویہ در عرصہ دین فرہنگ و سیاست، ج ۲، ص ۸۸۳-۹۰۵
۴-صفویہ در عرصہ دین فرہنگ وسیاست، ج ۲، ص ۸۸۳
۵-واصفی، زین الدین محمود، بدائع الوقائع، ص ۲۷۶

باغبانی اور باغات کے احیاء اور وقف کے درمیان تعلق کا اس نقطہ نظر سے بھی مطالعہ کیا جاسکتا ہے کہ عام طور پر لوگ اپنی بہترین جائیدادوں (باغات، زرعی اراضی وغیرہ) کو وقف کرتے تھے تاکہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی اہلبیت علیہم السلام کے مزارات کی دیکھ ریکھ، ائمہ معصومین علیہم السلام خاص کر امام حسینؑ کی عزاداری نیز مساجد، پلوں، کاروانسرا اور دیگر مذہبی اور عوامی عمارات کی مرمت کے لئے استعمال ہو۔

دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وقف کی روایت دو طرح سے ایران کے فن تعمیر پر اثرانداز ہوئی ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ اوقاف کے وسیع اراضی سے ہونے والی آمدنی سے ان عمارات یا روضوں کی دیکھ ریکھ ہوتی تھی جن کے لئے اس جائیداد کو وقف کیا گیا تھا اور دوسرے خود اس وقف یعنی باغ یا زرعی زمینوں کی دیکھ ریکھ کی ضرورت تھی کیونکہ اوقاف کے وجود اور احیاء سے ان کی آمدنی میں اضافہ ہوتا یعنی اس سے اوقاف کے تحفظ میں مدد ملتی تھی۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اصل موقوفہ کی بہتر دیکھ ریکھ کے لئے اس کی آمدنی کے ایک حصہ کو اسی پر خرچ کیا جاتا تھا۔ صفوی دور کے بہت سے باغات کے اب تک باقی رہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان باغات سے ہونے والی آمدنی کا ایک حصہ ان کی دیکھ ریکھ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

صفوی دور کے ادب میں باغ کا تذکرہ

فارسی ادب کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی زبان و تخیل اور نظامی، مولوی، سعدی اور حافظ جیسے عظیم ادیبوں کی نظم و نثر میں قرآن اور اسلامی نظریات کے اثرات واضح طور پر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

صفوی دور کا ادب بھی (نثر و نظم) ظرایف، صنایع ادبی، سجع نیز قرآنی مضامین کی شمولیت خاص کر زمینی باغات کو آسمانی باغات سے تشبیہ دینے کی روایت کے لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ سبک ہندی یا اصفہانی میں دنیاوی باغ اور آسمانی باغ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور خلد برین، جنت آسا، جنت مکان، خلد آشیان جیسی ادبی اصطلاحات اس دور کے ادب میں بہت زیادہ نظر آتی ہیں۔ اس کے علاوہ درختوں کی خوبصورتی اور شان و شوکت کا درخت طوبیٰ سے اور ندیوں اور چشموں کا حوض کوثر اور آسمانی ندیوں وغیرہ سے موازنہ کیا گیا ہے۔

شاہ اسماعیل صفوی نے یہ حکم دیا تھا کہ شعراء حضرات، سلاطین اور بادشاہوں کی مدح میں شعر نہ کہیں بلکہ خاندان عصمت و طہارت کی شان میں قصیدے پیش کریں لہٰذا شعراء نے نعت پیغمبر اکرمؐ اور مدح ائمہ اطہار علیہم السلام اور ان کے مزارات کے بیان میں شعر کہے اور ان کے مزارات کو آسمانی باغات سے موازنہ کیا۔

آٹھویں صدی ہجری میں حافظ شیرازی کے اشعار میں باغات کو خوبصورتی کی علامت اور بہترین مشبہ بہ اور استعارہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس دور میں باغ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ صفوی دور کی بہت سی کتابیں آٹھ روضوں میں تحریر کی گئیں جن میں سے خلد برین کا نام قابل ذکر ہے۔

اس دور کی نثر میں بھی ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن میں باغ کو جنت فردوس اور خلد برین سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ صفوی دور کے بہت سے تحریری مآخذ جیسے کہ بدائع الوقایع، عالم آرای عباسی، نور المشرقین ، عبداللہ ثانی مشہور بہ بہشتی ہروی کا سفر نامہ وغیرہ میں بادشاہوں کے باغات اور محلات، خاص طور پر شہر اصفہان کے باغات کو جنت اور بہتی نہروں اور تالابوں کو آسمانی ندیوں اور حوض کوثر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ان باغات کی خوبصورتی کو ”جنات تجری من تحتھا الانھار“ کی عبارت سے بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد الزراعہ سنہ ۹۲۱ھ میں شہر ہرات میں تحریر کی گئی ہے اور یہ کتاب ”ورز نامہ“ کے بعد فن زراعت اور باغبانی کا سب سے اہم اور مکمل ذریعہ ہے۔ ہروی نے اس کتاب میں چار باغ کے طرز پر باغ لگانے کے اصولوں کے بتایا ہے۔ مثال کے طور پر پانی کی نہر نکالنا، باغیچہ، حوض اور دیوار بنانا، پھولوں کے پودے لگانا اور ایک دوسرے کے سامنے درخت لگانے کے بارے میں بتایا ہے[۱]۔ اس کتاب کو بھی آٹھ حصوں یا روضوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ مؤلف نے بار بار دنیاوی باغ کو جنت سے تشبیہ دی ہے اور اس کی توصیف کی ہے۔ مثال کے طور پر جنت آیات، بساتین بہشت آئین، ریاض قدس وغیرہ[۲]۔

۱- ابو نصر ہروی، ارشاد الزراعہ، ص ۲۸۱
۲- ایضاً، ص ۲۸۲-۲۸۰

گیارہویں صدی ہجری میں عبداللہ ثانی معروف بہ بہشتی ہروی نے اپنے منظوم سفر نامہ نور المشرقین میں چار باغ اور آٹھ خلدوں کی تفصیل نیز زاینده رود کی خوبصورتی اور اس کے خوشگوار پانی کو آب کوثر سے تشبیہ دی اور شہر اصفہان اور اس کی مختلف عمارات جیسے کہ دولت خانہ بادشاہی، بازار اصفہان وغیرہ کو اس طرح سے وصف کیا ہے گویا وہ جنت کا حصہ ہوں۔[1]

صفوی دور کے ہم عصر ہندوستانی مغلیہ سلطنت کے دوران بھی فن معماری کے سلسلہ میں چار باغ کی اصطلاح دیکھنے کو ملتی ہے۔ بابر بادشاہ نے آگرہ میں ایک مشہور چار باغ بنوائی تھی جس کے کچھ حصے اب بھی موجود ہیں۔

۱۔ عبداللہ ثانی، نور المشرقین، ص ۲۲۶

منابع و مآخذ

قرآن کریم

❖ ابونصر ہروی، قاسم، ارشاد الزراعہ، تہران، ۱۳۴۶ش
❖ استیرلن، ہانری، اصفہان تصویر بہشت، ترجمہ: جمشید ارجمند، فرزان، تہران، ۱۳۷۷ش
❖ انوشہ، حسن، فرہنگ نامہ ادبی فارسی، سازمان چاپ و انتشارات، تہران، ۱۳۷۶ش
❖ برقی، احمد بن محمد بن خالد، المحاسن، مصحح: سید جلال الدین حسینی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۰ش
❖ جعفریان، رسول، صفویہ در عرصہ دین فرہنگ و سیاست، پژوہشکدہ حوزہ و دانشگاہ، تہران، ۱۳۷۹ش
❖ حسینی اشکوری، سید صادق، مصارف موقوفات اسلامی متنوع و کارآمد: با بررسی اسناد موقوفات استان اصفہان از عصر صفوی تا کنون، پیام بہارستان، ش ۳، ۱۳۸۸ش
❖ خان محمدی، علی اکبر، فتوت نامہ بنایان، نشریہ صفہ، ۵۰
❖ دائرہ المعارف بزرگ اسلامی، زیر نظر: کاظم موسوی بجنوردی، مرکز دائرہ المعارف بزرگ اسلام، تہران، ۱۳۸۱ش
❖ دلاوالہ، پیترو، سفر نامہ پیترو دلاوالہ، ترجمہ: شعاع الدین شفاء، علمی فرہنگی، تہران، ۱۳۴۸ش
❖ سلطان زادہ حسین، تداوم طراحی باغ ایرانی در تاج محل، تہران، ۱۳۷۸ش
❖ شاردن، سفر نامہ شاردن، ترجمہ: اقبال یغمایی، توس، تہران، ۱۳۷۲ش
❖ شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، تفصیل وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ، مؤسسہ آل البیت، قم، ۱۴۰۹ق
❖ صدر الدین شیرازی محمد بن ابراہیم، عرشیہ، چاپ و ترجمہ: غلامحسین آہنی، تہران، ۱۳۶۱ش
❖ صدر الدین شیرازی، محمد بن ابراہیم، المبدا و المعاد فی الحکمۃ المتعالیۃ، چاپ: محمد ذبیحی و جعفر شاہ نظری، ۱۳۸۱ش
❖ صدر الدین شیرازی، محمد بن ابراہیم، الشواہد الربوبیۃ فی المناہج السلوکیہ، ، ۱۳۶۰ش
❖ صدر الدین شیرازی، محمد بن ابراہیم، المظاہر الالہیۃ فی اسرار العلوم الکمالیۃ، چاپ: سید محمد خامنہ ای، تہران، ۱۳۷۸ش
❖ طباطبائی، محمد حسین، تفسیر المیزان، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، قم، ۱۴۱۷ق
❖ طبرسی، فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، مؤسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۴ق

❖ طغیانی، اسحاق، تفکر شیعه و شعر دوره صفوی، انتشارات دانشگاه اصفهان، ۱۳۸۵ش
❖ عبد الله ثانی، نور المشرقین، تعلیقات: نجیب مایل ہروی، آستان قدس رضوی، مشهد، ۱۳۷۷ش
❖ کامیاب حسین، بررسی سلسله مراتب بهشت های چهارگانه بر اساس قرآن و روایات، پژوهشنامه علوم و معارف قرآن، سال اول، ش ۸، ۱۳۸۹ش
❖ کرامتی، محسن، فرهنگ اصطلاحات و واژگان هنرهای تجسمی، چکامه، تهران، ۱۳۸۳ش
❖ کلینی، محمد یعقوب، الکافی، دار الکتب الاسلامیة، تهران، ۱۳۶۵ش
❖ کمپفر، سفر نامه کمپفر، ترجمه: کیکاوس جهانداری، خوارزمی، تهران، ۱۳۶۳ش
❖ متدین، حشمت الله، ریشه های مذهبی تحول باغ های ایرانی در مجموعه مقالات دومین کنگره تاریخ معماری و شهرسازی ایران ۲۵-۲۹ فروردین ماه ارگ بم - کرمان تهران
❖ متدین، حشمت الله، علل پیدایش باغ های تاریخی ایران، باغ نظر، ش ۱۵، سال هفتم، ۱۳۸۹ش
❖ متقی هندی، کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال، تحقیق و تصحیح: صفوه سقا بکری حیانی، مؤسسه الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۹ق
❖ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، مؤسسه الوفاء بیروت، ۱۴۰۴ق
❖ میر فندرسکی استرآبادی، ابوالقاسم بن میرزا، رساله صناعیه، محقق: حسن جمشیدی، بوستان کتاب، قم، ۱۳۸۷ش
❖ واصفی، زین الدین محمود، بدائع الوقائع، مصحح: الکساندر بلدروف، بنیاد فرهنگ ایران، تهران، ۱۳۴۹ش